پاکستان میں نفاذِ اُردو

آئینی تقاضا اور ملکی ترقی کیلئے ناگزیر

ڈاکٹر سید مبین اختر

سرپرست: تحریکِ نفاذِ اُردو

۲۱ مارچ ۱۹۴۸ء کو ڈھاکہ میں جلسہ عام سے خطاب میں قائداعظم نے فرمایا۔ ''بالآخر اس صوبے کے لوگوں ہی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ فیصلہ کریں کہ اس صوبے کی زبان کیا ہوگی، لیکن میں آپ کو واضح طور پر بتا دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی سرکاری زبان اُردو ہوگی، اور صرف اُردو، اور اُردو کے سوا اور کوئی زبان نہیں۔ جو کوئی آپ کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ پاکستان کا دشمن ہے۔ مشترکہ سرکاری زبان کے بغیر کوئی قوم متحد نہیں ہوسکتی اور نہ کوئی کام کرسکتی ہے، دوسرے ملکوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ پس جہاں تک پاکستان کی سرکاری زبان کا تعلق ہے وہ اُردو ہی ہوگی''۔ (۱)

تین روز بعد ۲۴ مارچ ۱۹۴۸ء کو ڈھاکہ یونیورسٹی میں قائداعظم نے فرمایا۔ ''اس صوبے میں دفتری استعمال کے لئے اس صوبے کے لوگ جو زبان بھی چاہیں منتخب کرسکتے ہیں یہ مسئلہ خالصتاً صرف اس صوبے کے لوگوں کی خواہشات کے مطابق حل ہوگا۔ البتہ پاکستان کی سرکاری زبان، جو مملکت کے مختلف صوبوں کے درمیان افہام و تفہیم کا ذریعہ ہو، صرف ایک ہی ہوسکتی ہے اور وہ اُردو ہے، اُردو کے سوا اور کوئی زبان نہیں''۔ (۲)

قائداعظم کے یہ ارشادات ایک فرمان کی حیثیت رکھتے ہیں۔

---

(۱) پاکستان میں نفاذِ اُردو کی داستان۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار۔ مقتدرہ قومی زبان۔

(۲) ایضاً

اُردواور۱۹۷۳ء کا آئین:۔ عوام کی اکثریت کی یہ خواہش رہی ہے کہ اُردو کو اس کا حقیقی مقام دیا جائے اور محض اعلانیہ نہیں بلکہ عملاً اُردو پاکستان کی قومی زبان بن جائے۔ اس سلسلے میں پاکستان کے پہلے متفقہ آئین (۱) میں عوامی اُمنگوں کی ترجمانی کرتے ہوئے ۱۵ سال کے اندر اُردو کو دفتری اور قومی زبان بنانے کی شق شامل کی گئی۔

شق نمبر۲۵۱، آئین پاکستان ۱۹۷۳ء:

۱۔قومی زبان:۔ پاکستان کی قومی زبان اُردو ہے اور تاریخ اجراء سے پندرہ سال کے عرصے کے اندر سرکاری اور دیگر مقاصد کیلئے اس کے استعمال کا انتظام کیا جائے گا۔

۲۔ اُردو کے انگریزی کی جگہ لینے تک انگریزی سرکاری مقاصد کیلئے استعمال کی جا سکتی ہے۔

۳۔قومی زبان کے مرتبے سے کسی تعصب کے بغیر صوبائی اسمبلیاں قومی زبان کے علاوہ ایک صوبائی زبان کی تعلیم، ترویج اور استعمال سے متعلق اقدامات کا نفاذ بذریعہ قانون کر سکتی ہیں۔

نواز شریف نے سی ایس ایس کا امتحان اُردو میں لینے کا اعلان کیا تھا مگر جنرل پرویز نے آ کر اس امتحان کو پھر انگریزی کیلئے مخصوص کر دیا۔ آخر کیا قیامت آ جاتی اگر یہ امتحانات انگریزی کیساتھ اُردو میں بھی ہونے لگتے۔ دراصل آئین کی رُو سے ۱۵ سال کے عرصے میں اُردو کو ہی قومی اور سرکاری زبان ہونا چاہیے تھا، یعنی ۱۹۸۸ء سے قبل۔ اور امتحانات صرف اُردو میں ہونا چاہیے تھے۔(۲)

حقیقت تو یہ ہے کہ اُسی ملک نے ترقی کی ہے جس نے اپنی زبان میں اپنے بچوں اور نوجوانوں کو تعلیم دی اور ملک کے کاروبار اپنی ہی زبان میں چلائے۔ انگریزی ان ممالک نے ہی استعمال کی ہے جن کی زبان انگریزی ہے، یعنی برطانیہ، کینیڈا، امریکہ۔ ایشیاء میں

---

(۱) جو مرحوم ذوالفقار علی بھٹو کی سربراہی میں منظور ہوا

(۲) قومی زبان کے علاوہ صوبائی زبان کی بھی اجازت ہونی چاہیے

ہمارے ہمسائے ممالک چین، جاپان، کوریا اور ملائیشیا ہمارے سامنے ہیں، ہمیں پانچ ہزار میل دور بیٹھے انگریزی کو واحد ترقی کی زبان باور کرانے کی سازش کی جارہی ہے، مگر انگریزی کے مادر وطن برطانیہ سے پچاس میل دور یورپ کے چھوٹے چھوٹے ملک بھی اپنی ہی زبان استعمال کرتے ہیں، فرانس میں انگریزی کا کوئی ایسا لفظ استعمال کرنا، جس کا ان کی اپنی زبان میں اصل موجود ہو، قانوناً جرم ہے۔ امریکہ کے جنوب میں اس سے متصل میکسیکو ہے مگر اس نے بھی انگریزی کو نہیں اپنایا۔ اسی طرح مرکزی اور جنوبی امریکہ کے تمام ممالک نے بھی انگریزی کے بجائے اپنی زبانوں میں ترقی کی ہے۔ ہمارے لئے اُردو صرف جذباتی لگاؤ اور آسانی کی وجہ ہی نہیں بلکہ ہمارے ملک کی ترقی اس سے وابستہ ہے۔

ایک صاحب نے خوب کہا ہے کہ اگر ہم انگریزی کو ذریعہ تعلیم بناتے ہیں تو انگریزوں کے برابر صلاحیت کبھی بھی حاصل نہیں کرسکیں گے۔ اسی ضمن میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ہم ان قوموں کی برابری بھی نہیں کرسکتے جنھوں نے اپنی زبان میں تعلیم حاصل کی ہے۔

پاکستان سے قبل:۔ انگریزوں کے قبضہ کرنے سے قبل ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت تھی اور انکی زبان فارسی اور عربی تھی۔ ان دونوں زبانوں کو ختم کرکے انگریزی رائج کی گئی۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب ہندوستان میں انگریز آئے تو نہ صرف کہ بیشتر علاقے میں مسلمانوں کی حکومت تھی بلکہ یہاں شرح خواندگی تقریباً سو فیصد تھی۔ انگریزوں کی وجہ سے تعلیم کی تباہی کی شدت کا آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب وہ گئے تو ہماری خواندگی کی شرح صرف گیارہ فیصد تھی، اور اب بھی بہت کم ہے کیونکہ اُردو اور صوبائی زبانوں کے برعکس انگریزی کو فروغ دیا جارہا ہے۔

ہمارے بزرگوں نے اُردو زبان کو ترقی دی اور اس میں تفاسیر اور اسلامی کتب تحریر کیں۔ اب یہ سازش کی جارہی ہے کہ اس اُردو کے علمی اور اسلامی خزانے سے ہم کو بیگانہ کردیا جائے اور دوبارہ ہمیں اپنی زبان سے محروم کردیا جائے۔ اُردو کا رسم الخط فارسی اور عربی کی

طرح ہے اس لئے ان ممالک سے رابطہ آسان ہے جہاں ان زبانوں کا دور دورہ ہے، یعنی ایران، اور مشرق وسطی اور افریقہ کے بیشتر ممالک ترکی، ملیشیاء اور انڈونیشیاء کی زبانوں کے بھی کئی الفاظ اُردو سے مشترک ہیں۔ ویسے اُردو بولنے اور سمجھنے والے بھی متذکرہ ممالک میں بہت ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے ماہانہ رسالہ "النور" بابت رمضان المبارک ۱۹۳۹ء میں ایک طویل مقدمہ کے ساتھ یہ فتوئی شائع کیا: "اس وقت اُردو زبان کی حفاظت (حسب استطاعت) طاعت اور واجب ہوگی اور باوجود قدرت کے اس میں غفلت اور سستی کرنا معیصت اور موجب مواخذہ آخرت ہوگا"

مسلمان جب قائداعظم محمد علی جناح کی سربراہی میں قیام پاکستان کا مطالبہ کر رہے تھے تو ان کے نزدیک دو بنیادیں تھیں۔ ایک اسلام اور دوسری اُردو زبان۔ سیاستدان، علماء، طلبہ، مفکرین اور شعراء سب نے اُردو زبان کو تحریک پاکستان کی بنیاد بنایا اور اس کی اہمیت تھی بھی ایسی کہ برصغیر کے کونے کونے میں لوگ جاتے تو ایک دوسرے کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے اسی زبان کا سہارا لیتے۔

چودہ نکات:۔ ۱۹۳۴ء میں قائداعظم نے مسلم لیگ کی انتخابی مہم کے لئے دستور العمل تیار کیا جو بعد میں اس کا منشور قرار پایا۔ اس کی دفعہ ۔۱۱تھی "اُردو زبان اور رسم الخط کی حفاظت کرنا"۔ اسی سال صوبائی انتخابی مہم کے سلسلے میں قائداعظم نے ہندوستان بھر کے شہروں اور قصبوں کا دورہ کیا۔ وہ عموماً انگریزی میں تقریر فرماتے جس کا اردو میں ترجمہ کیا جاتا مگر تقریر کے آغاز اور اختتام پر تھوڑا بہت اُردو میں بھی اظہار خیال فرماتے۔

لندن کے ممتاز اخبار "ٹائم اینڈ ٹائڈ" کی خصوصی درخواست پر قائداعظم نے جنوری ۱۹۴۰ء میں ایک مضمون بعنوان "ہندوستان کی آئینی بیماریاں" تحریر فرمایا۔ اس میں انہوں نے ۱۹۳۷ء سے ۱۹۳۹ء کے دوران کانگریسی وزارتوں کے مظالم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "چھ ہندو صوبوں میں ہندوستان کی اصلی قومی زبان اُردو کو ختم کر کے اس کی جگہ ہندی رائج

کرنے کی کوشش کی گئی"۔

اُردو اور علاقائی زبانیں:۔ یہ تصور قطعاً باطل ہے کہ اُردو کی ترقی یا نفاذ علاقائی زبانوں کی اہمیت وافادیت کی نفی ہے۔ سندھی، پنجابی، بلوچی، پشتو سب ہماری زبانیں ہیں۔ اردو کی ترقی، ترویج واشاعت اور نفاذ کے ساتھ ان کی ترقی اور ترویج واشاعت اور علاقائی سطحوں پر نفاذ نہایت ضروری ہے۔ علاقائی سطحوں پر ایسے منظم اور فعال ادارے وجود میں آنے چاہئیں جہاں علاقائی ادب کا ترجمہ اُردو اور اُردو ادب کا ترجمہ علاقائی ادب میں ہوگا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہر صوبے میں اُردو کے ساتھ ساتھ اس صوبے کی زبان کو بھی استعمال کیا جانا چاہیے، چاہے وہ دفاتر ہوں یا عدالت یا امتحانات۔ صوبائی حکومتوں کی آئینی ذمہ داری ہے کہ وہ صوبے کی زبان کی ترویج وترقی کے لئے کام کریں۔ اس کو قومی زبان کے ساتھ ساتھ دفتروں میں رائج کریں اور اس میں اسکول، کالج اور جامعات بھی قائم کریں۔

اُردو کے نفاذ کی کوششیں:۔ ڈھاکہ میں قائداعظم کے ارشادات کے دو روز بعد ہی ۲۶ مارچ ۱۹۴۸ء سے لاہور میں پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام اُردو کانفرنس کا آغاز ہوا جس میں مختلف قراردادوں کے ذریعے اُردو کے نفاذ، قومی زبان کو ذریعہ تعلیم وامتحان قرار دینے، چار سال کے عرصے میں اُردو کو انگریزی کی جگہ نافذ کرنے اور اُردو بحیثیت لازمی مضمون کے ساتھ ساتھ قومی زبان میں زیادہ علمی سرمایہ کی فراہمی کیلئے دارالترجمہ اور دارالتصنیف کا قیام، اُردو انسائکلو پیڈیا کی تیاری اور دیگر اہم تجاویز دی گئیں۔

ان قراردادوں پر عملدرآمد کیلئے مختلف ادارے بھی قائم ہوئے جس میں اُردو اکیڈمی، مجلس ترقی ادب، پنجاب یونیورسٹی اور کراچی یونیورسٹی میں شعبہ تالیف وترجمہ شامل ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے ترجمہ کا کام پنجاب یونیورسٹی کے تحت شروع ہوا اور دائرہ معارف اسلامیہ کا شعبہ پروفیسر مولوی محمد شفیع کی سربراہی میں قائم ہوا۔ یہ عظیم منصوبہ، جو ترجمہ سے شروع ہوا، ترمیم واضافے کے بعد پچیس ضخیم جلدوں میں شاندار اختتام کو پہنچا۔

پنجاب کے بعد کراچی میں انجمن ترقی اُردو کے زیر اہتمام ۱۹۵۱ء میں اُردو کانفرنس ہوئی جس کا افتتاح گورنر جنرل خواجہ ناظم الدین نے کیا۔ مختلف رہنماؤں نے اُردو کے حق میں اظہار خیال کیا۔ سردار نشتر نے تو یہاں تک کہا کہ: "مولوی عبدالحق صاحب کو یہ اندیشہ ہے کہ اُردو کے بجائے کوئی اور قومی زبان بنادی جائے گی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ نہ ہوسکتا ہے نہ یہ کسی کی مجال ہے کہ اُردو کے سوا کسی دوسری زبان کو پاکستان کی قومی اور سرکاری زبان بنا سکے۔ اس معاملے میں تو دل میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں لانا چاہیے"۔ کراچی کانفرنس کے کوئی خاص نتائج برآمد نہ ہوئے، البتہ ایک اُردو کالج قائم ہوا، جس کے بعد اُردو سائنس اور آرٹس کالج دوشاخوں کے طور پر وجود میں آئے، جہاں ماسٹرز تک تمام تعلیم اُردو زبان ہی میں دی جاتی ہے۔

قائداعظم کی رحلت کے بعد پاکستان کی دستور سازی میں غیر معمولی غفلت ہوئی۔ اس غفلت کے نتیجے میں اور دوسرے مسائل کے ساتھ ہی اُردو بنگلہ تصادم کی صورتحال بھی پیدا ہوگئی، لہٰذا ۱۹۵۶ء کے دستور میں اُردو کے ساتھ بنگلہ کو بھی سرکاری زبان قرار دیا گیا اور یہ بھی طے ہوا کہ آئین کے نفاذ کے ۲۰ برس بعد تک انگریزی کو حسب سابق سرکاری معاملات کے لئے استعمال کیا جائے اور اس عرصے میں قومی زبان کو ترقی دے کر اس قابل بنایا جائے کہ وہ سرکاری امور انجام دے سکیں۔ اس مقصد کے لئے کراچی میں ترقی اُردو بورڈ قائم ہوا جس کا افتتاح دسمبر ۱۹۵۸ء میں ہوا۔

اُردو کو سرکاری و تعلیمی زبان قرار دینے کا مسئلہ مختلف ادوار میں اٹھایا جاتا رہا ہے اور مگر بعض عناصر اس کو مختلف حیلوں بہانوں سے سروخانہ میں ڈالتے رہے۔ لاہور کے اہل علم حضرات نے ایک بار پھر ذریعہ تعلیم کانفرنس کا ۲۲ فروری ۱۹۵۹ء کو انعقاد کیا جس میں دوبارہ اُردو ذریعہ تعلیم، لازمی مضمون، بحیثیت سرکاری زبان اور دیگر سفارشات کا اعادہ کیا۔ ان سفارشات کو حکومت وقت نے منظور کیا۔ اس موقع پر ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ آفیشل لینگویج کمیٹی نے اپنی دس سالہ کارکردگی کی رپورٹ دیتے ہوئے واضح کیا کہ سرکاری دفاتر

میں اُردو انگریزی کی جگہ لینے کے لئے بالکل تیار ہے۔

ذریعہ تعلیم کی تبدیلی کی تیاری کیلئے اصطلاحات سازی اور سائنسی تحقیقی کتب کے مسئلے کو بھی حکومت اور دیگر اداروں نے پیش نظر رکھا۔ مرکزی حکومت نے اُردو کی علمی وفنی ترقی کیلئے ایک بورڈ لاہور میں قائم کر دیا۔ مستند لغت کی تیاری کیلئے اُردو لغت بورڈ کراچی اور پنجاب میں قائم کئے۔ ان ابتدائی تیاریوں کے ساتھ ہی کراچی یونیورسٹی نے سب سے پہلے ذریعہ تعلیم کی تبدیلی کی طرف قدم اٹھایا۔ کراچی میں پہلے ہی کراچی اردو آرٹس اور سائنس کالج میں مکمل تدریس اردو میں ہوتی تھی۔ ۱۹۶۳ء میں جامعہ کراچی نے بی اے اور بی ایس سی میں، انگریزی کے ساتھ ساتھ بذریعہ اُردو تعلیم وامتحان کی اجازت دے دی اور اگلے برس یہ اجازت ایم اے اور ایم ایس سی تک بڑھادی گئی۔ کراچی کے بعد پنجاب اور دیگر جامعات نے بھی اُردو کو متبادل ذریعہ تعلیم کے طور پر نافذ کر دیا۔

قومی زبان کے نفاذ کے لئے ۱۹۶۳ء میں مغربی پاکستان کی صوبائی اسمبلی میں ایک قانون منظور ہوا تاہم اس پر عملدرآمد نہ ہوا۔ آخر کار سب سے پہلے بلوچستان میں گورنر غوث بخش بزنجو نے ۶ مئی ۱۹۷۲ء کو اعلان کیا کہ ۸ مئی سے صوبہ بلوچستان کی دفتری زبان اُردو ہوگی۔ اس کے بعد جلد ہی ارباب سکندر خان خلیل نے بھی صوبہ سرحد میں اُردو بطور دفتری زبان کا اعلان کر دیا۔ بالآخر پنجاب کے وزیر اعلیٰ جناب ملک معراج خالد نے بھی اعلان کیا کہ پنجاب میں ایک سال کے اندر تمام دفاتر کی زبان اُردو ہوگی۔

۱۴ اگست ۱۹۷۳ء کو نیا آئین نافذ ہوا جس میں ایک بار پھر اردو کو قومی زبان قرار دیا گیا اور اس کے نفاذ کے انتظامات کے لئے ۱۵ برس کی مہلت دی گئی۔ یعنی ۱۹۸۸ء تک۔

مقتدرہ قومی زبان کا قیام:۔ اُردو کے نفاذ کیلئے ۱۹۷۹ء میں اس وقت کے فوجی سربراہ جنرل ضیاء الحق نے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کے عملی تعاون سے مقتدرہ قومی زبان بنانے کا فیصلہ کیا۔ یوں مقتدرہ قومی زبان کا قیام کابینہ کے اعلان کردہ قرارداد نمبر ۷۵/۲۷/سی

---

(۳) ملاحظہ ہواس رپورٹ پر مبنی "امروز" کا کالم امروز فردا۔

الف/۹۷۹ء کی شکل میں ۱۴را کتوبر ۱۹۷۹ء کو ہوا۔ (۳)

مقتدرہ قومی زبان کا بنیادی کام اردو کے نفاذ کی تیاری ہے۔ نیز یہ ایک مشاورتی ادارہ ہے نفاذ اردو کا اسے اختیار نہیں۔ مقتدرہ نے جو منصوبے اپنے سامنے رکھے ان میں اردو ٹائپ رائٹر، ٹیلی پرنٹر، دفتری کارکنوں، ٹائپسٹوں وغیرہ کی تربیت کے ساتھ ساتھ لغات، اصطلاحات دفتری، مختصر اصطلاحات دفتری، اصطلاحات ابلاغ عامہ، جامعہ لغت انگریزی اور اُردو کی تکمیل کا کام تھا، جن میں سے اکثر اہداف وہ حاصل کر چکی ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی صدر نشیں مقتدرہ قومی زبان نے "روزنامہ جنگ لاہور" سے ایک گفتگو میں (۵ مارچ ۱۹۸۸ء) فرمایا: "ہمارے ادارے نے اُردو کے نفاذ کے سلسلے میں جو تیاری کی ہے وہ پوری اور مکمل ہے۔ اس وقت اگر حکومت اردو نافذ کرنا چاہے تو اس کو اس کے نفاذ کیلئے کسی قسم کی مشکل پیش نہیں آئے گی"۔ ایک دوسرے بیان میں آپ نے فرمایا کہ ".MSC کے امتحان میں اُردو یونیورسٹی کے ادارہ میں پڑھے ہوئے طلباء کراچی یونیورسٹی کے طلبا کے مقابلے میں زیادہ باصلاحیت ہیں"۔

مقتدرہ نے اپنے خط نمبر ک ۶۰/۸۵ (الف) مورخہ ۲۹ جون ۱۹۸۶ء بنام کابینہ ڈویژن حکومت پاکستان (ضمیمہ ۲۰) میں لکھا کہ: "مقتدرہ وہ تمام بنیادی اور ضروری کام مکمل کر چکا ہے۔ جو نفاذ کے عمل میں اہم ضمیمے کی حیثیت رکھتا ہے"۔

مجلس زبان دفتری پنجاب کے سیکریٹری میاں محمد اسلم کا کہنا ہے کہ "اردو کی ترویج کیلئے جو ذمہ داریاں ہمیں سونپی گئی تھیں وہ مکمل کر لی گئی ہیں۔ دفتری اصطلاحات کی ڈکشنری نظر ثانی کے بعد تیار ہو چکی ہے۔ اُردو ٹائپ رائٹر موجود ہیں، سرکاری افسروں، ملازمین اور عام شہریوں کو ضروری تربیت دی جا چکی ہے، اب صرف اردو کو بطور سرکاری زبان کے نفاذ کے اعلان کی ضرورت ہے، جو حکومت کے ذمہ ہے"۔ (۵)

اُردو دنیا کی تیسری بڑی زبان:۔ واضح رہے کہ اقوام متحدہ کے جائزے کے مطابق

---

(۵) روزنامہ جنگ لاہور، مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۸۹ء

(☆) کچھ ذرائع کے مطابق چینی کے بعد دوسری ہے

اُردو دنیا کی تیسری سب سے بڑی زبان ہے(☆)۔ اردو علم وادب، مذہبی دیگر فنون ہائے زندگی اور علوم کے سرمائے میں اپنے استاد فارسی سے آگے بڑھ چکی ہے۔

اگر ہم تاریخی حوالوں سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ برصغیر کی تقسیم سے قبل اردو حیدرآباد دکن، بھوپال، بہاولپور، خیر پور، جے پور، رام پور اور ٹونک کی ریاستوں کی سرکاری زبان تھی۔ آزاد کشمیر میں آج بھی سرکاری ودفتری زبان اُردو ہے یہ واضح رہے کہ بھارت کے زیر انتظامات مقبوضہ کشمیر کی سرکاری زبان اُردو ہی ہے۔ برطانوی عہد میں ہندوستان کے کئی صوبوں میں عموماً اور شمالی ہند کے صوبوں میں خصوصاً کسی نہ کسی طور پر سرکاری دفاتر میں کام اردو میں ہوتا رہا۔ چترال اور شمالی علاقہ جات میں ۱۸۴۱ء کے بعد سے تقریباً ایک سو سال تک سرکاری ودفتری زبان اُردو تھی۔ انگریز نے ہندوستان پر قبضہ کے بعد ۱۸۳۰ء میں فارسی اور عربی ختم کر کے اردو کو شروع میں سرکاری زبان کا درجہ دیا مگر ۱۸۳۸ء میں لارڈ میکالے نے اردو کی جگہ انگریزی کو سرکاری زبان قرار دیا، گویا مختلف ریاستوں کے علاوہ متحدہ ہندوستان کی سرکاری زبان ۳ برس اردو رہی اور تمام سرکاری، دفتری، عدالتی اور تعلیمی امور خوش اسلوبی سے سرانجام پاتے رہے۔

اعلیٰ مدارج میں اردو ذریعہ تعلیم کے ارتقاء پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اردو کو فورٹ ولیم کالج نے ۱۸۰۰ء میں اختیار کیا۔ اس کالج سے حاصل شدہ لٹریچر نے اردو میں تاریخ کے مختلف نمونے پیش کر کے ہر قسم کے مضامین اور موضوعات کی راہ ہموار کی۔ اس کے بعد ۱۸۴۱ء میں دہلی کالج میں اُردو ذریعہ تعلیم قرار دیا۔ اس کالج میں سولہ برس تک سائنس وآرٹس کے تمام مضامین مثلاً کیمیا، طبعیات، قانون، ریاضی، اقتصادیات، فلسفہ، جغرافیہ، تاریخ، ادب میکانیات، سکونیات، ہیئت، منطق وغیرہ کی تدریس اردو میں ہوتی رہی تھی۔ تھامسن انجینئرنگ کالج روڑکی (بھارت) میں ۱۸۳۵ء میں انجینئرنگ تعلیم اردو میں دی جاتی تھی۔ ۱۸۳۸ء میں آگرہ میڈیکل کالج میں اردو انگریزی دونوں ذریعہ تعلیم تھیں۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڑھ میں تمام مضامین نصف صدی تک اردو میں پڑھائے

جاتے تھے۔

اُردو میں سائنسی کتب کی تصنیف وتالیف:۔ اُردو میں سائنسی کتب کی تصنیف وتالیف کا کام بھی ابتدا سے نظر آتا ہے۔ اٹھارویں صدی ہی سے بہت کتابیں میڈیکل، فلکیات، معدنیات، ارضیات اور حیوانیات پر لکھی گئیں۔ انیسویں صدی میں حیدرآباد دکن میں شمس الامراء نواب محمد فخر الدین اور لکھنو میں نواب غازی الدین حیدر اور نصیر الدین حیدر کی سرکردگی میں بہت سی سائنسی کتب شائع ہوئیں۔ سرسید کی سائنٹیفک سوسائٹی ۱۸۶۳ء میں قائم ہوئی اس سوسائٹی اور دہلی کالج کے زیراہتمام بہت سی سائنسی کتب شائع ہوئیں۔ بیسویں صدی کے آغاز ہی میں عثمانیہ یونیورسٹی میں دارالترجمہ قائم ہوا، جہاں اردو میں سائنسی تحقیقی ترجمے، تصنیف وتالیف کا کام نقطہ عروج پر پہنچ گیا۔ وہاں سے ۱۹۱۸ء سے ۱۹۴۸ء تک جدید میڈیکل علوم پر بہت سی کتابیں شائع ہوئیں۔

عثمانیہ یونیورسٹی میں ۱۹۲۶ء سے اردو میں ایم بی بی ایس کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ ۱۹۳۲ء میں اردو میں تعلیم حاصل کرنے والے ڈاکٹروں کا گروپ کامیاب ہوکر نکلا۔ عثمانیہ یونیورسٹی کے علاوہ کلکتہ میڈیکل اسکول میں ۱۸۰۷ء میں اردو ذریعہ تعلیم تھی۔ ۱۹۳۸ء میں آگرہ میڈیکل کے اندر اردو اور انگریزی دونوں میں تعلیم دی جاتی تھی۔ میڈیکل کی بہت سی کتابیں اردو میں آج بھی موجود ہیں۔ ان میں ڈاکٹر محمود عالم کی پریکٹس آف میڈیسن، موٹاپا اور اس کا علاج، اپنے دل کی حفاظت کیجئے۔ رہبر نوجوان، ذیابیطس اور علاج، تپ دق اور اس سے بچاؤ، تپ دق اور علاج وغیرہ اہم ہیں۔ مقتدرہ قومی زبان نے "فرہنگ اصطلاحات طب"، مرتبہ ڈاکٹر اختر امرتسری، شائع کی۔ اس میں میڈیکل سائنس کی انگریزی اصطلاحات کے اُردو مترادف ہیں۔

اُردو بحیثیت عدالتی زبان:۔ اگر قانونی وعدالتی سطح پر اردو کی تاریخی حیثیت کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ برطانوی عہد میں اردو تمام شمالی ہندوستان میں پہلی واحد عدالتی زبان، اور بعد میں ثانوی عدالتی زبان کے طور پر استعمال ہوتی رہی ہے۔ مغلوں کے دور

میں فارسی عدالتی زبان تھی۔ ۱۸۳۷ء گورنر جنرل بہادر کی کونسل میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ عدالتوں میں اردو زبان کو فارسی رسم الخط کے ساتھ رائج کیا جائے۔

۱۸۳۱ء میں صدر عدالت دیوانی اور صدر نظامت کلکتہ نے مشترکہ طور پر اردو زبان کی ترویج کیلئے ایک تفصیلی قرارداد مرتب کی، جس کے بعد مراسلے اور گشتی خطوط سرکاری سمن اور پروانے، تجاویز اور احکام اردو میں تحریر ہونے لگے۔ کلکتہ ہائی کورٹ کے فیصلے ۱۸۸۴ء سے پہلے اور بعد میں اُردو میں بھی چھپتے رہے۔ انگریزوں نے خود اردو سیکھی اور اس پر قانون کی کتابیں تالیف کیں، عدالتی کارروائیاں سرانجام دیں، اور مقدمات کے فیصلے بھی اسی زبان میں صادر کئے۔ ۱۸۵۱ء میں ''دستور العمل عدالت دیوانی'' فورٹ ولیم کالج سے شائع ہوئی۔ حیدرآباد دکن کے ہائی کورٹ اور جوڈیشل کمیٹی کی زبان تقریباً ۵۵ سال تک اردو ہی تھی اور مجلس قانون ساز کی زبان بھی اردو تھی۔ جامعہ عثمانیہ میں دیگر مضامین کے علاوہ قانون کی تعلیم بھی اردو میں ہوتی تھی۔ ایل ایل بی، ایل ایل ایم کے علاوہ سارا تحقیقاتی کام، ریسرچ اسکالر (پی ایچ ڈی اور ایل ایل ڈی) اردو ہی میں سرانجام دیتے تھے۔ ہندوستان کی دوسری ریاستوں مثلاً بھوپال، ٹونک، رام پور، بہاولپور اور خیر پور میں بھی تمام عدالتی کام اردو میں ہوتا تھا۔

ڈپٹی نذیر احمد نے ''انڈین پینل کوڈ'' کا بڑا شاندار ترجمہ کیا، نیز ''قانون شہادت'' اور ''ضابطہ فوجداری'' بھی لکھی۔ اب قانون کی انگریزی کتابوں کے لاتعداد اردو تراجم شائع ہو رہے ہیں۔ ۱۹۸۶ء تک ۱۶۹ ایکٹ اور کتب، لاتعداد تجزیے اور عدالتی فیصلے اردو میں ہو چکے ہیں۔ مجلس زبان دفتری پنجاب نے ۱۲۳ ایکٹ، دو آرڈیننس، ایک ریگولیشن، ایک قانون کی کتب اور متعدد تجزیوں کا ترجمہ کیا۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اب تک اردو میں قانون کی سات ہزار سے زائد کتب ہیں۔ (۶)

دفتری خط وکتاب اور اردو زبان:۔ مقتدرہ قومی زبان نے ہر قسم کی دفتری خط وکتاب کیلئے درجنوں کتابچے شائع کر دیئے ہیں جس سے دفتری خط وکتاب میں کوئی

(۶) اردو سرکاری زبان، چوہدری احمد خان (علیگ) ص ۴۶

رکاوٹ نہیں رہی۔ اُردو کا ٹائپ بھی اب پرانی بات ہوگئی، کمپیوٹر کی مدد سے ہر قسم کی نستعلیق کتابت اور دفتری ٹائپ ممکن ہوگئی ہیں اور کم وقت میں زیادہ کام کیا جاسکتا ہے۔ اب حال ہی میں مائیکروسافٹ آفس بھی اُردو میں موجود ہے اور اُردو میں انٹرنیٹ پر بھی رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

ہر قوم کی تہذیب وثقافت ہوتی ہے، اس کی تاریخ ہوتی ہے، اس کا قومی تشخص ہوتا ہے، جو اس کی زبان میں جھلکتا ہے۔ ہر قوم اپنی ثقافتی زبان کو بہت عزیز رکھتی ہے۔ اگر وہ مردہ ہوجائے تو اسے زندہ کرتی ہے۔ یونانی زبان مردہ تھی حکومت یونان نے اس کا پڑھنا لازمی کردیا۔ عبرانی مردہ ہوگئی تھی اسرائیل نے ۱۹۴۸ء سے اس کو سرکاری زبان قرار دے دیا۔ سنسکرت بھی مردہ ہوگئی تو حکومت ہندوستان نے اس کی تعلیم لازمی قرار دی، لیکن پاکستانی قوم اپنی زندہ علمی اور ثقافتی زبان کو مسلسل نظرانداز کررہی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ اردو دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں میں سے ایک ہے۔ ہر قسم کے اعلیٰ علمی کاموں کی اس میں صلاحیت ہے اور ہر قسم کی دفتری مراسلت اس میں ممکن ہے۔ مختلف ادوار میں سرکاری، تعلیمی، سائنسی، قانونی زبان ہونے کا تجربہ کرچکی ہے، جبکہ آج یہ اس وقت سے زیادہ ترقی یافتہ ہے۔ مسئلہ صرف نفاذ کا ہے اگر یہ کرلیا جائے تو اردو دوسرے دن ہی رائج ہوسکتی ہے۔

انگریزی کی اہمیت:۔ انگریزی بولنے والے ہمیشہ سے مسلمانوں کے دشمن تھے اور آج بھی ہیں اور اس کی کتب میں وہ اسلام دشمنی جھلکتی ہے مگر اس کے باوجود انگریز ممالک سے رابطے کیلئے انگریزی کی تعلیم ایک زبان کی حیثیت سے حاصل کرنی چاہیے، پڑھنا، لکھنا اور بولنا بھی چاہیے۔ مگر اس کو ذریعہ تعلیم ہرگز نہیں بنانا چاہیے کیونکہ جتنی اچھی تعلیم اپنی قومی زبان میں دی جاسکتی ہے وہ کسی دوسری زبان میں نہیں دی جاسکتی۔

انگریزی داں طبقہ:۔ کچھ لوگوں کو انگریزوں کے زمانے میں اور پھر انگریزی کے اسکولوں کے ذریعے انگریزی میں کافی مہارت حاصل ہوگئی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس مہارت کی وجہ سے ان کو کافی فوائد حاصل ہیں جو کہ ان کے ہاتھ سے نکل جائیں گے اگر

آئین کے مطابق اردو نافذ کردی گئی حالانکہ یہ غلط خیال ہے۔ غیروں کی زبان چاہے کتنی ہی سیکھ لی جائے مادری زبان کے بالمقابل آسان نہیں ہوتی۔ یہ ضرور ہے کہ شروع میں کچھ دقت ہوتی ہے مگر تھوڑی کوشش اور وقت کے ساتھ نتائج زیادہ اچھے نکلتے ہیں۔ فوجی اور غیر فوجی افسروں کو یہ بھی نہ سمجھنا چاہیے کہ ان کے ذہین بچوں کو اُردو زبان کے تحت برتری حاصل نہیں ہوگی۔ کیونکہ ان کے وسائل اور تعلقات اتنے وسیع ہوتے ہیں کہ وہ اپنا اونچا مقام ہرحال میں قائم رکھ سکتے ہیں۔

اِس امر کی گواہی ہر وہ شخص دے گا جس نے ساری عمر بہت انگریزی پڑھی اور بولی ہے مگر اس کے باوجود اس کو آخر میں انگریزی سے زیادہ اپنی مادری زبان میں ہی زیادہ آسانی محسوس ہوتی ہے، اور زیادہ اپنائیت اور لطف محسوس ہوتا ہے۔ میں نے زندگی کے ۱۱ سال ایسے اسکول میں تعلیم حاصل کی جس میں صرف انگریزی ذریعہ تعلیم ہی نہ تھی بلکہ اساتذہ بھی انگریز تھے۔ وہاں سے کیمرتج یونیورسٹی کا ہائی اسکول امتحان پاس کیا اور پھر ایف ایس سی اور ایم بی بی ایس پاس کیا جو کہ سب مطلقاً انگریزی میں تھا۔ اس کے بعد سات سال امریکہ میں اعلیٰ تعلیم کیلئے گزارے، یعنی کہہ سکتے ہیں کہ میں نے صرف انگریزی ہی ہمیشہ پڑھی، اردو کبھی نہیں پڑھی، مگر اس کے باوجود اگر آپ مجھ سے پوچھیں کہ گفتگو آسان اردو میں ہے یا انگریزی میں، تو پوری ذمہ داری سے کہوں گا کہ اُردو میں۔ اسی لئے میں نے اپنے تمام بیٹے اور بیٹیوں کو ایسے اسکول اور کالج میں پڑھوایا جہاں اُردو ذریعہ تعلیم تھی، اور آج وہ سب کامیاب زندگی گزار رہے ہیں۔

تحریکِ نفاذِ اُردو کی ضرورت:۔ حب الوطنی، پاکستان کی ترقی، خوشحالی اور تعلیمی شرح میں اضافے کیلئے اُردو کا نفاذ ناگزیر ہے اور سب سے بڑھ کر آئین پر عمل درآمد کا مطالبہ ہمارا جمہوری، معاشرتی، آئینی حق ہے۔ اور ''تحریکِ نفاذِ اُردو'' اسی حق کے حصول کیلئے ایک پلیٹ فارم مہیا کرتا ہے۔

اُردو میں سیرت رسول ﷺ اور اسلام پر جتنی کتابیں لکھی گئیں شاید اتنی کسی زبان میں

نہیں لکھی گئیں۔ ہم اپنے معاشرت، روایات، ثقافت کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں اُردو کے جسم میں جان ڈالنی ہوگی۔ اس میں روح پھونکنا ہوگی اسے نافذ کرنا ہوگا۔

لاریب کہ انسان کی تخلیقی قوت ہی کسی ملک وقوم کی ترقی وخوشحالی اور لایعنی قوت کو امر ہونے کی صلاحیت عطا کرتی ہے۔ انگریزی کا تسلط اس راہ میں رکاوٹ ہے۔ نفاذِ اُردو سے ہماری تخلیقی صلاحیت متحرک ہوگی اور ہم جو مغرب کی ایجادات پر انگشت بدنداں ہیں اپنی ایجادات کے قابل ہو جائیں گے۔ ''نصاب اُردو پر چند خیالات'' کے عنوان سے طاہرہ غوری صاحبہ نے قومی زبان میں تعلیم وتدریس کی اہمیت خوب واضح کی ہے۔ لکھتی ہیں۔

''قومی زبان کو نظر انداز کر کے ترقی یافتہ قوموں کی صف میں کھڑے ہونے کا خیال ایک طفلانہ خوش فہمی کے سوا کچھ نہیں۔ کسی بھی قوم کا نظام تعلیم قومی اُمنگوں اور آرزوؤں کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ مقاصد تعلیم قومی نصب العین کے تحت مرتب ہوتے ہیں۔ اور ہم یقیناً تدریس اُردو کے ذریعے یہ مقاصد بہتر طور پر حاصل کر سکتے ہیں''۔

ایسے حالات میں نفاذ اُردو تحریک کی سخت ضرورت ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اس تحریک میں مزید لوگوں کو شامل کریں۔ تا کہ اس کام کو نہایت تندہی سے آگے بڑھایا جاسکے۔ اور اس زبان کو جو کہ ۱۹۷۳ء کے متفقہ آئین میں پاکستان کی سرکاری/قومی/دفتری زبان کی حیثیت رکھتی ہے، اسے رائج کیا جاسکے۔ اس کیلئے سندھ ہائی کورٹ میں ۲ مارچ کو ایک درخواست دائر کردی گئی ہے۔ جو عدالت عدلیہ نے غور کے لئے قبول کرلی ہے اور مرکزی حکومت سے کئی بار استفسار کیا ہے کہ وہ اپنا دفاع پیش کریں، مگر مئی ۲۰۰۹ء تک وہ اس سے قاصر رہے ہیں۔

آخر میں یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ اقوام متحدہ کے قوانین کے مطابق تمام ممالک میں اکثریت کی زبان کے علاوہ ہر اقلیت کو بھی اپنی زبان استعمال کرنے کا حق ہے مگر ہم پاکستان میں اکثریت میں ہونے کے باوجود اس حق سے محروم ہیں، حالانکہ انگریزی یہاں کسی کی بھی مادری زبان نہیں ہے۔